ڈاکٹر محمد ریاض

مولانا رومیؒ اور علامہ اقبالؒ

مشترکاتِ فکر و فن کی جھلکیاں

مولانا جلال الدین محمد بلخی رومیؒ[1] اور ان کی مثنوی شریف مطالعۂ اقبال کے سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں۔ معاشیات کے موضوع پر اقبال کی تالیف علم الاقتصاد (طبع اول ۱۹۰۳ء) کے سوا، ان کی کوئی منثور یا منظوم کتاب رومی کے متنوّع ذکر سے خالی نہیں ہے۔ اقبال برملا اور بار بار رومی کے فیض کا ذکر کرتے اور اپنے آپ کو ان کا معنوی مرید قرار دیتے رہتے ہیں۔ رومی کو انھوں نے پیرِ حق سرشت، مرشدِ روم، مرشدِ رومی اور پیرِ روم وغیرہ کے القاب کے ساتھ یاد فرمایا اور ان کے ساتھ غیر معمولی ارادت دکھائی ہے۔ جرمن پروفیسر ڈاکٹر اینماری شمل نے اپنے ایک مقالے میں لکھا تھا کہ شمس العلما شبلی نعمانی کی تالیف "سوانح مولانائے روم" نے اقبال کو رومی کا گرویدہ بنایا تھا۔ شبلی کی کتاب بعض تسامحات[2] کے باوجود "رومی متکلم" کا آج بھی ایک قابلِ قدر معرّفی نامہ ہے، مگر شمل نے محض قیاس آرائی کی ہے۔ اقبال کا ماحول اور مسلمانانِ ہند کا عام عصری ماحول بھی، رومی کے ذکر سے معمور رہا ہے۔ اقبال مدت العمر تصانیفِ رومی، مثنوی، دیوانِ کبیر اور فیہ ما فیہ[3] میں غوطہ زن رہے۔ "پیامِ مشرق" کا دیباچہ مظہر ہے کہ شمس الدین افلاکی (م ۷۶۰ھ) کی "مناقب العارفین" بھی ان کی نظر سے

---

[1] رومی کو ایران اور ترکی میں بالعموم مولوی اور مولانا کے خصوصی القاب سے یاد کرتے ہیں۔

[2] مثلاً فیہ ما فیہ کے بارے میں قیاس آرائیاں اور رومی کے متصوفانہ پہلو سے صرفِ نظر۔

[3] ۱۹۲۸ء میں مولانا عبدالماجد دریا بادی نے بارِ اول اس کتاب کو شائع کروایا اور اس ضمن میں اقبال کا مشورہ شامل رہا ہے۔ (دیکھیں اقبال نامہ ج ۱ میں مولانا کے نام خطوط)

گزری تھی۔

دیوانِ کبیر (دیوانِ شمس تبریزی) کی متعدد غزلیات مثنوی کے وزن میں ہیں۔ اسی لیے اپنے ایک مکتوب مؤرخہ ۳/ اپریل ۱۹۱۹ء میں اقبال نے مصرعِ زیر کے بارے میں پوچھا تھا کہ مثنوی کے کس دفتر کا ہے؟ :

ہمچو سبزہ بارہا روئیدہ ام

غالباً اس وقت تک انھوں نے پوری مثنوی کا مطالعہ نہیں کیا تھا۔[۵۴]

اقبال نے مثنوی اسرارِ خودی، مثنویِ معنوی کے اسلوب پر لکھا اور اس کی تمہید میں بھی ایک مصرع دیوانِ کبیر (جلد ۴ بتصحیح بدیع الزمان فروزانفر) کا نظر آتا ہے :

ساقیا برخیز و می در جام کن

اقبال کے مندرجہ بالا خط کے حوالے سے بعض حضرات یہ اندازہ لگاتے ہیں کہ وہ رومی کے تمام آثار پڑھے بغیر ہی ان کے ارادت مندین گئے تھے، مگر حقیقت اس کے برعکس ہے۔ اقبال کے ہاں مثنوی کا انعکاس از دفتر اول تا دفتر ششم ہے۔ اپنے ایک مکتوب مورخہ ۱۹/ مارچ ۱۹۳۵ بنام حکیم محمد حسین عرشی امرتسری، میں علامہ نے لکھا تھا۔

"........ میں ایک مدت سے مطالعہ کتب ترک کر چکا ہوں۔ اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنویِ رومی"۔[۵۵]

یہ حقیقت اب مسلّمہ ہے کہ عصرِ حاضر میں رومی کی طرف ایک جہان کی توجہ میں اقبالؔ کا نمایاں حصہ ہے۔[۵۶] رومی کے نبوغ کو ہر دور میں لوگوں نے قابلِ توجہ مانا، مگر اس دور میں اقبال کی توصیفات و توجیہات نے محققین کو رومی کا گرویدہ بنایا ہے۔ اقبالؔ کی بے پناہ عقیدتِ رومی اس امر سے ہویدا ہے کہ انھوں نے "مثنوی اسرار و رموز" کے بعض قوافی، بہ تقلیدِ رومی کمزور

---

[۵۴] اقبال نامہ، ج ۱، مکتوب بنام سید سلیمان ندوی مرحوم

[۵۵] ایضاً، ج جلد دوم، ص ۲۷، ۲۸

[۵۶] ماہِ نو کراچی، اپریل ۱۹۷۵ میں ڈاکٹر سید عبداللہ کا مقالہ

رکھے تھے [۵۹] اس کے علاوہ بقول خلیفہ عبدالحکیم کئی موارد میں وہ اپنی معانی آفرینی کا سہرا بااصرار رومی کے سر باندھتے رہے ہیں [۵۹] شمس الدین افلاکی کے علاوہ خواجہ محمد پارسا نقشبندی (م ۸۲۲ھ) اور کئی دیگر حضرات نے رومی کے مناقب لکھے، مگر حقیقت یہ ہے کہ اقبال کی توصیفات کا پلہ ان سب مناقب سے بدرجہا بھاری ہے اور کسی دوسرے نے رومی کی اس قدر توصیف نہیں کی۔

رومی بلخ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محمد بہاء الدین (م ۶۲۸ھ) بڑے جید عالم تھے۔ ۶۱۷ ہجری میں انھوں نے بلخ سے ہجرت کی اور نیشاپور، بغداد اور مکہ مکرمہ کی سیاحت وزیارت کی۔ واپسی پر وہ ترکی کے شہر ملاطیہ آئے۔ چار سال بعد لارندہ اور سات سال بعد قونیہ منتقل ہوئے۔ قونیہ سلاجقۂ روم کا دارالحکومت تھا اور یہی مقام مولانا کا مدفن بنا۔ رومی علوم عقلی و نقلی کے بڑے عالم تھے۔ انھوں نے متاہل [۵۹] اور قابلِ احترام زندگی شروع کی۔ مدرس تھے اور بڑے تزک و احتشام سے رہتے تھے۔ ۶۴۲ھ میں شمس الدین تبریزی نامی ایک درویش کی ملاقات نے رومی کی کایا پلٹ دی۔ رومی و شمس تبریز کی ملاقات کا واقعہ مختلف طریقوں سے لکھا جاتا رہا ہے۔ اقبال کے ہاں مثنوی اسرارِ خودی میں بھی اُسے دیکھا جا سکتا ہے:

آگھی از قصۂ اخوند روم — آں کہ داد اندر حلب درسِ علوم
پای در زنجیر توجیہاتِ عقل — کشتیش طوفانیِ ظلماتِ عقل
موسیٔ بیگانۂ سینائی عشق — بے خبر از عشق و از سودای عشق
از تشکک گفت و از اشراق گفت — وز حکم صد گوہرِ تابندہ سفت
عقدہ ہای قولِ مشائین گشود — نورِ فکرش ہر خفی را وا نمود
گرد و پیشش بود انبارِ کتب — بر لبِ او شرحِ اسرارِ کتب
پیرِ تبریزی ز ارشادِ کمال [۶۰] — جست راہ مکتبِ ملا جلال

---

[۵۷] اقبال نامہ، ج ۱، خط بنام سید سلیمان ندوی [۵۸] فکرِ اقبال، تمہید۔

[۵۹] مولانا کے ہاں دو بیویوں سے ۳ بیٹے اور ایک بیٹی ہوئی تھی۔

[۶۰] یعنی خواجہ کمال الدین جنیدی

گفت این غوغا و قیل و قال چیست — این قیاس و وہم و استدلال چیست
مولوی فرمود نادان لب بہ بند — بر مقالاتِ خردمندان مخند
پای خویش از مکتبم بیرون گزار — قیل و قال است این، ترا با وی چہ کار
قالِ ما از فہم تو بالاتر است — شیشۂ ادراک را روشن گر است
سوزِ شمس از گفتۂ ملّا فزود — آتشی از جان تبریزی کشود
بر زمین برقِ نگاہِ او فتاد — خاک از شعلہ دمِ او شعلہ زاد
آتشِ دل خرمنِ ادراک سوخت — دفترِ آن فلسفی را پاک سوخت
مولوی بیگانہ از اعجازِ عشق — نا شناسِ نغمہ ہائے سازِ عشق
گفت این آتش چسان افروختی — دفترِ اربابِ حکمت سوختی؟
گفت شیخ ای مسلمِ زنار دار — ذوق و حال است این، ترا با وی چہ کار
حالِ ما از فکرِ تو بالاتر است — شعلۂ ما کیمیای احمر است
ساختی از برفِ حکمت ساز و برگ — از سحابِ فکرِ تو بارد تگرگ
آتشی افروز از خاشاکِ خویش — شعلۂ تعمیر کن از خاکِ خویش
علمِ مسلم کاملِ از سوزِ دل است — معنیٔ اسلام ترکِ آفل است

رومی کے احباب میں جو اُن کی شعرگوئی کے محرک بھی رہے، صلاح الدین زرکوب اور حسام الدین چلپی قابلِ ذکر ہیں۔ مثنویِ رومی کا عمدہ مطبوعہ نسخہ فی الحال وہی ہے جسے انجہانی نکلسن نے شائع کروایا تھا۔ مثنوی کے ۲۷ ہزار اشعار کے علاوہ، دیوانِ کبیر کے کوئی ۶۰ ہزار اشعار، سوز و سازِ رومی کے مظہر ہیں۔ رومی فارسی کے سب سے بڑے رباعی گو ہیں۔ دیوانِ کبیر میں کوئی ۸ ہزار رباعیات ہیں۔ مولانا اپنے عصر میں بے حد محترم و معزز تھے۔ مرید انھیں "خداوندگار" (مربی) کہتے تھے۔ شعر میں رومی کا کوئی تخلص نہ تھا۔ فیہ ما فیہ، مواعظ اور مکتوباتِ رومی کا عمق مسلّم، مگر رومی کی اہم تر تصنیف، مثنویِ معنوی ہی ہے۔ اس کی متعدد زبانوں[۱۱] میں شروح لکھی گئی ہیں۔ استاد فروزانفر مرحوم فرماتے ہیں کہ انسانی

---

[۱۱] اقبال ریویو کراچی جولائی ۱۹۷۱ء میں میری ترجمہ کردہ استاد فروزانفر کی تحقیقات ملاحظہ ہوں

فکر نے جو انگشت شمار اہم تصانیف پیش کی ہیں، ان میں ایک یہی مثنوی ہے۔ اقبال کے ہاں بھی بیشتر اشارات اسی کتاب کے ہیں۔ مگر آگے بڑھنے سے پہلے، مناقبِ رومی بزبانِ اقبال دیکھ لیں۔

اقبال کی توصیفاتِ رومی

ان توصیفات کی ترتیب یہاں کتبِ اقبال کی ترتیبِ اشاعت کے مطابق ہے۔ اسرار و رموز، پیامِ مشرق، بانگِ درا، زبورِ عجم، جاوید نامہ، بالِ جبریل، ضربِ کلیم، مسافر مع پس چہ باید کرد، اور ارمغانِ حجاز:

باز برخوانم ز فیضِ پیرِ روم — دفترِ سربستۂ اسرارِ علوم
جانِ او از شعلہ ہا سرمایہ دار — من فروغِ یک نفس مثلِ شرار
شمعِ سوزان تاخت بر پروانہ ام — بادہ شبخون ریخت بر پیمانہ ام
پیرِ رومی خاک را اکسیر کرد — از غبارم جلوہ ہا تعمیر کرد
ذرہ از خاکِ بیابان رخت بست — تا شعاعِ آفتاب آرد بدست
موجم و در بحرِ او منزل کنم — تا دُرِ تابندۂ حاصل کنم
من کہ مستی ہا ز صہبایش کنم — زندگانی از نفسہایش کنم
شب دلِ من مائلِ فریاد بود — خامشی از یاربم آباد بود
شکوہ آشوبِ غمِ دوران بدم — از تہی پیمانگی نالان بدم
این قدر نظارہ ام بیتاب شد — بال و پر بشکست و آخر خواب شد
روی خود بنمود پیرِ حق سرشت — کو بحرفِ پہلوی قرآن نوشت
گفت ای دیوانۂ اربابِ عشق — جرعہ ای گیر از شرابِ نابِ عشق

مرشدِ رومی حکیمِ پاک زاد — سرِ مرگ و زندگی بر ما گشاد
مرشدِ رومی چہ خوش فرمودہ است — آنکہ یم در قطرہ اش آسودہ است

مطرب غزلی بیتی از مرشدِ روم آور — تا غوطہ زند جانم در آتشِ تبریزی

گفت رومی ہر بنای کہنہ کابادان کنند[۱۲] | می ندانی اول آن بنیاد را ویران کنند

راز معنی مرشد رومی گشود | فکر من بر آستانش در سجود
روح رومی پرده ها را بر درید | از پس کہ پارۂ آمد پدید
طلعتش رخشنده مثل آفتاب | شیب او فرخنده چون عہد شباب
پیکر روشن ز نور سرمدی | در سراپایش سرور سرمدی
بر لب او سر پنہان وجود | بند ہای حرف و صوت از خود گشود
حرف او آئینہ ای آویختہ | عشق با سوز درون آمیختہ
پیر رومی را رفیق راہ ساز | تا خدا بخشد ترا سوز و گداز
زانکہ رومی مغز را داند ز پوست | پای او محکم فتد در کوی دوست
شرح او کردند و او را کس ندید | معنی او چون غزال از ما رمید
رقص تن در[۱۳] گردش آرد خاک را | رقص جان برہم زند افلاک را
رقص جان آموختن کاری بود | غیر حق را سوختن کاری بود
علم و حکم از رقص جان آید بدست | ہم زمین ہم آسمان آید بدست
فرد از وی صاحب جذب کلیم | ملت از وی وارث ملک عظیم

صحبت پیر روم سے مجھ پہ ہوا یہ راز فاش | لاکھ حکیم سر بجیب، ایک کلیم سر بکف
علاج آتش رومی کے سوز میں ہے ترا | تری خرد پہ ہے غالب فرنگیوں کا فسوں
اسی کے فیض سے میری نگاہ ہے روشن | اسی کے فیض سے میرے سبو میں ہے جیحوں

---

۱۲ ؎ رومی کا شعر یوں ہے:

ہر بنائے کہنہ کآبادان کنند | اول آن بنیاد را ویران کنند

۱۳ ؎ فرقۂ مولویہ کے رقص و سماع کی طرف اشارہ ہے۔

گسستہ تار ہے تیری خودی کا ساز اب تک　　کہ تو ہے نغمۂ رومی سے بے نیاز اب تک

پیرِ رومی مرشدِ روشن ضمیر　　کاروانِ عشق و مستی را امیر
منزلش برتر ز ماہ و آفتاب　　خیمہ را از کہکشاں سازد طناب
نورِ قرآن درمیانِ سینہ اش　　جامِ جم شرمندہ از آئینہ اش
از نیِ آن نی نوازِ پاک باز　　باز شوری در نہادِ من فتاد
ز آتشِ مردانِ حق می سوزمت　　نکتہ ای از پیرِ روم آموزمت
نکتہ ہا از پیرِ روم آموختم　　خویش را در آتشِ او سوختم

بکامِ خود دگر آن کہنہ می ریز　　کہ با جامش نیرزد ملکِ پرویز
ز اشعارِ جلال الدین رومی　　بہ دیوارِ حریمِ دل بیاویز
بگیر از ساغرش آن لالہ رنگی　　کہ تاثیرش دہد لعلی بہ سنگی
غزالی را دلِ شیری بہ بخشد　　بشوید داغ از پشتِ پلنگی
نصیبی بردم از تاب و تب او　　شبم مانندِ روز از کوکبِ او
غزالی در بیابانِ حرم بین　　کہ ریزد خندۂ شیر از لبِ او
سراپا درد و سوزِ آشنائی　　وصالِ او زبان دانِ جدائی
جمالِ عشق گیرد از نیِ او　　نصیبی از جلالِ کبریائی
گرہ از کارِ این ناکارہ وا کرد　　غبارِ رہگذر را کیمیا کرد
نیِ آن نی نوازی پاکبازی　　مرا با عشق و مستی آشنا کرد
بروی من درِ دل باز کردند　　ز خاکِ من جہانی ساز کردند
ز فیضِ او گرفتم اعتباری　　کہ با من ماہ و انجم ساز کردند

اقبال نے اپنے انگریزی خطبات اور دیگر تحریروں میں بھی رومی کو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔
سید سلیمان ندوی کے نام ایک خط میں آپ نے لکھا ہے :

"مثنوی رومی کے پڑھنے سے اگر قلب میں گرمیٔ شوق پیدا ہو جائے تو اور کیا چاہیے؟ شوق خود مرشد ہے ......"

تضمینات و مصاریع

تضمینات کے ضمن میں اقبال اردو و فارسی شعرا میں ممتاز ہیں، مگر ان کے ہاں فارسی کے ہر شاعر سے زیادہ، اشعارِ رومی کی تضمینات ملتی ہیں۔ رومی کے کئی اشعار اور مصرعے اقبال کے ہاں چند بار تضمین ہوئے ہیں۔ یہ تضمینات دراصل تعلیماتِ رومی کا زبدہ اور عصارہ ہیں اس لیے ان سب کو یہاں نقل کر دینا خالی از سود نہ ہوگا۔ مثنوی کی طبعِ نکلسن کے مطابق، بعض اشعار کے الفاظ مختلف ہیں مگر ہم اشعار کو تصانیفِ اقبال کے مطابق نقل کر رہے ہیں۔ کچھ اشعار دیوانِ کبیر کے بھی ہیں۔

خوشتر آن باشد کہ سرّ دلبران	گفتہ آید در حدیثِ دیگران	دفتر اول
علم را بر تن زنی ماری بود	علم را بر جان زنی یاری بود	
در درونم سنگ واندر سنگ نار	آب را بر نار من نبود گذار	
ہر کسی از ظن خود شد یارِ من	وز درونِ من نجست اسرارِ من	۶/۱
نکتہ ہا چون تیغِ پولاد است تیز	گر نداری تو سپر از ما گریز	۶۹۱/۱
نورِ حق را کس نجوید زاد و بود	خلعتِ حق را چہ حاجت تار و پود	۳۹/۴
مسکنِ یار است و شہرِ شاہِ من	پیشِ عاشق این بود حب الوطن	۰۷/۳
مگسل از ختمِ رسلؐ ایامِ خویش	تکیہ کم کن بر فن و بر گامِ خویش	
جہد کن در بیخودی، خود را بیاب	زود تر، واللہ اعلم بالصواب	
ہر کہ عاشق شد جمالِ ذات را	اوست سید جملہ موجودات را	
ہر ہلاکِ امتِ پیشین کہ بود	زانکہ بر جندل گمان بردند عود	
داند آنکو نیک بخت و محرم است	زیرکی ز ابلیس و عشق از آدم است	۰۳/۴
عشق مور و مرغ و آدم را بس است	عشق تنہا ہر دو عالم را بس است	
معنی آن باشد کہ بستاند ترا	بی نیاز از نقش گرداند ترا	

معنی آن نبود کہ کور و کر کند — مرد را بر نقش عاشق تر کند ۲/۷۲۰-۷۲۱

آدمی دید است و باقی پوست است — دید آن باشد کہ دید دوست است ۱/۱۴۰۶

جملہ تن را در گداز اندر نظر — در نظر رو، در نظر رو، در نظر ۶/۱۴۶۳

چیست روباہی؟ تلاشِ ساز و برگ — شیرِ مولا جوید آزادی و مرگ[۱۴]

بود گبری در زمانِ بایزید — گفت او را یک مسلمانِ سعید

خوشتر آن باشد کہ اسلام آوری — تا بیابی صد نجات و سروری

گفت این ایمان اگر است ای مرید — آن کہ دارد شیخ عالم بایزید

من ندارم طاقتِ آن تابِ آن — کان فزون آمد ز کوششہای جان ۵/۳۳۵۶

پیش نگاہی کہ آمد آن مقام — کاندرو بی حرف میروید کلام

غم خور و نانِ غم افزایان مخور — زانکہ عاقل غم خورد کودک شکر ۲/۱۷۵۱

خود بدانی قدرِ من از جان بود — قدرِ جان از پرتو جانان بود

تا مسلمان باز بیند خویش را — از جہانی برگزیند خویش را

مال را گر بہرِ دین باشی حمول — نعم مال صالح گوید رسول ۱/۹۸۴

رزق از حق جو، مجو از زید و عمر — مستی از حق جو، مجو از بنگ و خمر

گل مخور، گل را مخور، گل را مجو — زانکہ گل خوار است دائم زرد رو

دل بجو تا جاودان باشی جوان — از تجلی چہرہ ات چون ارغوان ۲/۲۴۴۱-۲۴۴۲

بندہ باش و بر زمین رو چون سمند — چون جنازہ نی کہ برگردن برند

اہلِ دین را باز دان از اہلِ کین — ہم نشینِ حق بجو، با او نشین

کہ نباید خورد و جو ہمچو خران — آہوانہ در ختن چر ارغوان ۵/۲۴۷۳-۲۴۷۸

ہر کہ کاہ و جو خورد قربان شود — ہر کہ نورِ حق خورد، قرآن شود

---

[۱۴] پورا شعر یوں ہے:

شیرِ دنیا جوید اشکاری و برگ — شیرِ مولا جوید آزادی و مرگ

خشک مغز و خشک تار و خشک پوست[۱۵] — از کجا می آید این آوازِ دوست

بر سماعِ راست ہر کس چیر نیست — طعمۂ ہر مرغکی انجیر نیست ۱/۲۷۶۳

دستِ ہر نا اہل بیمارت کند — سوی مادر آ کہ تیمارت کند

نقشِ حق را ہم بامرِ حق شکن — بر زجاجِ دوست سنگِ دوست زن

ظاہرِ نقرہ گر اسپید است و نو — دست و جامہ، ہم سیہ گردد ازو ۶/۴۴۹

مرغِ پرنارستہ چون پران شود — طعمۂ ہر گربۂ دران شود ۱/۵۰۳

قلب پہلو می زند با زر بہ شب — انتظارِ روز می دارد ذہب ۱/۳۲۹۴

ظاہرش را پشہ ای آرد بچرخ — باطنش آمد محیطِ ہفت چرخ

تا دلِ صاحب دلی نامد بدرد — ہیچ قومی را خدا رسوا نکرد

زیرکی بفروش و حیرانی بخر — زیرکی ظن است و حیرانی نظر ۴/۱۴۰۷

بندۂ یک مردِ روشن دل شوی — بہ کہ بر فرقِ سرِ شاہان بدی

بالِ بازان را سوی شاہان برد — بالِ زاغان را بہ گورستان برد ۶/۱۴۴۴

مصلحت در دینِ ما جنگ و شکوہ — مصلحت در دینِ عیسیٰ غار و کوہ ۶/۴۹۴

پس قیامت شو قیامت را ببین — دیدنِ ہر چیز را شرط است این ۶/۷۵۶

آن کہ ارزد صید را عشق است و بس — لیکن او کی گنجد اندر دامِ کس

دانہ باشی مرغکانت برچنند — غنچہ باشی کودکانت برکنند

دانہ پنہان کن سراپا دام شو — غنچہ پنہان کن گیاہِ بام شو

تو ہمی گوئی مرا دل نیز ہست — دل فرازِ عرش باشد نی بہ پست

تو دلِ خود را دلی پنداشتی — جستجوی اہلِ دل بگذاشتی

آن کہ بر افلاک رفتارش بود — بر زمین رفتن چہ دشوارش بود

علم و حکمت زاید از نانِ حلال — عشق و رقت آید از نانِ حلال ۱/۱۶۴۴

---

[۱۵] بالِ جبریل، پیرِ رومی، و مریدِ ہندی۔ مثنوی کے متعدد نسخے ہم نے دیکھے، مگر یہ شعر ملا نہیں۔

خلوت از اغیار باید نی ز یار — پوستین بہر دی آمد، نی بہار ۲/۲۵
کارِ مردان روشنی و گرمی است — کار دونان، حیلہ و بی شرمی است ۱/۲۲۰

پیکر از ماہست[۱۶] شد نی ما از و — بادہ از ماہست شد نی ما از و
دفترِ صوفی سواد و حرف نیست — جز دل اسپید مثلِ برف نیست
زادِ دانش مند آثارِ قلم — زادِ صوفی چیست آثارِ قدم
ہم چو صیادی سوی اشکار شد — گام آہو دید و بر آثار شد
چندگامش گامِ آہو درخور است — بعد ازان خود نافِ آہو رہبر است
راہ رفتن یک نفس بر بوی ناف — خوشتر از صد منزلِ گام و طواف ۲/۱۵۹

از جمادی مردم و نامی شدم — وز نما مردم بحیوان بر زدم
مردم از حیوانی و آدم شدم — پس چہ ترسم کی ز مردن کم شدم
حملہ دیگر بمیرم از بشر — تا برآرم از ملائک پرّ و سر
بارِ دیگر از ملک قربان شوم — آنچہ اندر وہم ناید آن شوم
پس عدم گردم، عدم چون ارغنون — گویدم کہ انا الیہ راجعون ۳/۳۹۰۲
ہر خیالی را خیالی می خورد[۱۷] — فکر، ہم بر فکرِ دیگر می چرد ۵/۲۷۹
کردہ ای تاویل حرف بکر را — خویش را تاویل کن، نی ذکر را[۱۸]

بہ خرد راہِ عشق می پوئی — بہ چراغ آفتاب می جوئی؟

---

[۱۶] اس شعر سے آغاز پذیر ۱۱ اشعار علامہ مرحوم کے انگریزی خطبات میں سے منقول ہیں۔ بعض اشعار کا آپ نے صرف انگریزی ترجمہ درج فرمایا تھا۔

[۱۷] اقبال نامہ، ج ۲

[۱۸] مکتوباتِ اقبال، مرتبہ سید نذیر نیازی،

بگشای لب که قند فراوانم آرزوست [۱۹]	بنمای رخ که باغ و گلستانم آرزوست
یک دست جام باده و یک دست زلف یار	رقص چنین میانهٔ میدانم آرزوست
گفتی ز ناز بیش مرنجان مرا، برو	آن گفتنت که بیش مرنجانم آرزوست
ای عقل تو ز شوق پراگنده گوی شو	ای عشق نکته های پریشانم آرزوست
این آب و نان چرخ چو سیل است بی وفا	من ماهیم، نهنگم و عمانم آرزوست
جانم ملول گشت ز فرعون و ظلم او	آن نور جیب موسی عمرانم آرزوست
دی شیخ با چراغ همی گشت گرد شهر	کز دیو و دد ملولم و انسانم آرزوست
زین همرهان سست عناصر دلم گرفت	شیر خدا و رستم دستانم آرزوست
گفتم که یافت می نشود جسته ایم ما	گفت آنکه یافت می نشود آنم آرزوست

شعله در گیر زد بر خس و خاشاک من	مرشد رومی که گفت، منزل ما کبریاست [۲۰]
بانسیم آواره بودم در نشاط	بشنو از نی [۲۱] می سرودم در نشاط
همچو نی از نیستان خود حکایت می کنم	بشنو ای گل، از جدائی ها شکایت می کنم
آن حکیم غیب، آن صاحب مقام	ترک جوش رومی [۲۲] از ذکرش تمام
عطار روح بود و سنائی دو چشم او	ما از پی سنائی و عطار آمدیم [۲۳]

---

[۱۹] رومی نے اس قالب میں دوسری غزلیں بھی کہی ہیں اور یہ سب بظاہر شیخ روزبہان بقلی شیرازی (م ۶۰۶ھ) کی ایک غزل کے تتبع میں ہیں۔ ملاحظہ ہو المعارف فروری ۱۹۷۰، میرا مقالہ

[۲۰] خود ز فلک برتریم و ز ملک افزون تریم — زین دو چرا نگذریم منزل ما کبریاست

[۲۱] اور یہ بعد کا مثنوی کے بیت آغاز ہی کا ناظر ہے۔

[۲۲] ترک جوشش کرده ام من نیم خام — از حکیم غزنوی بشنو تمام

[۲۳] بیت از بہاء الدین محمد معروف بہ سلطان ولد (م ۷۱۲ھ) فرزند رومی۔ عجیب ہے کہ یہ بیت رومی کے نام سے شہرت پا گیا ہے۔ سلطان ولد کی اس غزل کے اشعار مستانہ ہیں مثلاً:

خورشید ذره وار به چرخ است گرد ما — گر چون ہلال لاغر و بیمار آمدیم
اسرار فقر و شرح حقیقت ز ما شنو — کاندر جہان ز عالم اسرار آمدیم

ملاحظہ ہو دیوان سلطان ولد طبع تہران (تصحیح از سعید نفیسی) ص ۲۳۹